

فقیر اور مدبر سیاست دان، امیر حزب التحریر، شیخ عطاء بن خلیل ابو الرشتہ کی کتاب تیسیر فی اصول التفسیر سے اقتباس

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتَذَلُّوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ.

"اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقوں سے نہ کھاؤ، اور نہ ان کا مقدمہ حاکموں کے پاس اس غرض سے لے جاؤ کہ لوگوں کے مال کا کوئی حصہ جانتے بوجھے ہڑپ کرنے کا گناہ کرو" (البقرۃ: 188)

اس آیت کو گزشتہ روزے والی آیات پر عطف کیا گیا ہے، حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ روزے کی آیات کا موضوع عبادات ہے، جبکہ اس آیت کا موضوع عبادات نہیں بلکہ معاملات ہے، گو یہ دونوں الگ الگ موضوع ہیں، مگر یہ عطف دو اہم امور بیان کرنے کے لیے ہے:

1- اللہ تعالیٰ کی آیتوں اور احکامات کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہوتا ہے، چنانچہ ایک حکم اور دوسرے حکم میں، یا ایک واجب اور دوسرے واجب میں کوئی فرق نہیں۔ جس ذات اقدس نے عبادات کو بیان کیا ہے، اسی ذات نے معاملات، عقوبات (سزاؤں)، سیاست و جہاد کے احکامات بتائے ہیں اور اسی ذات نے اخلاق، مطہرات اور لباس وغیرہ کو بیان کیا، اور یہ تمام احکامات تنفیذ و التزام (پابندی) کے اعتبار سے اتنی ہی قوت رکھتے ہیں جتنی کہ عبادات ہیں، چنانچہ عبادات میں سے فرض اعمال، معاملات اور عقوبات میں سے فرض اعمال کی مانند ہیں، مثلاً خلیفہ کی فرض بیعت فرض عبادات ہی کی طرح ہے، اسی طرح جہاد اور باقی فرض احکامات ہیں، اور ان میں فرق کرنا ہرگز درست نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اسلام ایسا کُل ہے جس کے اجزا نہیں کیے جاسکتے اور اسلام کی طرف دعوت ایک ہی ہے کہ ریاست، زندگی اور معاشرے میں اسے نافذ کرنے کیا جائے۔

2- روزہ دار کے لیے ضروری ہے کہ اپنے کھانے پینے کے معاملات کی صفائی میں تمام لوگوں سے زیادہ محتاط ہو، چنانچہ عمدہ اور حلال مال رکھے، اور ملکیت کے تمام غیر شرعی اسباب سے کلی طور پر اجتناب کرے، جیسے رشوت، دھوکہ، نفاق، حکمرانوں کی ایسی اطاعت کرنا جو خالق کی نافرمانی پر مبنی ہو اور اللہ کی طرف سے حلال قرار دیے گئے طریقوں کے علاوہ حکمرانوں سے کچھ حاصل کرنے کے لیے ان کے سامنے بڑائی کو خوشنما بنانا اور یوں لوگوں کے حقوق غصب کرنا۔

یہ سب اس لیے ہے تاکہ روزہ دار تقویٰ حاصل کر پائے جسے اللہ سبحانہ نے روزے کی حکمت بتایا ہے، اس لیے روزے سے متعلقہ آیات کے آخر میں ہی اللہ تعالیٰ کا یہ قول مبارک آیا ہے: كَذَلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُونَ "اس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے اپنی آیات بیان کرتے ہیں تاکہ وہ تقویٰ اختیار کریں"۔ شروع میں مذکورہ آیت کو اسی آیت پر عطف کرتے ہوئے باطل طریقے سے اموال نہ کھانے کا کہا گیا، جو تقویٰ کا نتیجہ ہے، کیونکہ صاحب تقویٰ بننے کے لیے ہر قسم کے حرام مال اور مال اکٹھا کرنے کے تمام غیر مشروع اسباب سے کلی طور پر اجتناب واجب ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ حرام سے اجتناب فقط روزہ دار کی ذمہ داری ہے، بلکہ سارے بندوں کے لیے اللہ تعالیٰ کا یہی حکم ہے، البتہ روزہ داروں کے لیے اس حکم (تقویٰ) میں مزید شدت اور اس کا اجر بھی بہت بڑا ہے، اس سے روزے دار کے اخلاص اور تقویٰ میں اس کے صدق پر بھی دلالت ہوتی ہے۔

وَلَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ "آپس میں اپنے مال باطل طریقے سے نہ کھاؤ" یعنی ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔ جیسا کہ سورۃ الحجرات میں آیا ہے: وَلَا تَلْمِزُوا أَنْفُسَكُمْ "اور اپنے (مومن بھائی) کو عیب نہ لگاؤ" (الحجرات: 11)۔ مراد اس سے یہ ہے کہ ایک دوسرے کو طعنے نہ دیا کرو۔ یہ الحجج علی الحجج کی تقسیم کے موضوع میں سے نہیں، جیسے عرب کہتے ہیں "رکبوا دوابہم" "وہ اپنی سواریوں پر سوار ہوئے" یہ اس جملے کا لغوی معنی ہے جبکہ محاوراتی زبان میں معنی یہ لیتے ہیں کہ ہر ایک اپنی سواری پر سوار ہوا۔ مذکورہ آیت اس باب سے نہیں ورنہ معنی یہ بنیں گے: "تم میں سے ہر ایک اپنے مال کو نہ کھائے"، ظاہر ہے کہ یہ معنی مقصود نہیں، اس پر [بَيْنَكُمْ] دلالت کرتا ہے۔ [بَيْنَكُمْ] کے معنی ہیں آپس میں۔ جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ "ایک دوسرے کے مال ناحق نہ کھاؤ۔"

وَتَذَلُّوا بِهَا إِلَى الْحُكَّامِ (تذللوا) اِدْلَاء سے ہے، ادلاء اصل لغت میں کنوئیں میں ڈول پھینکنے کے معنی میں آتا ہے، یہاں یہ مجازاً کسی چیز تک رسائی کے لیے مطلقاً کوئی چیز پھینکنے کے معنی میں ہے۔

اب یہاں اس کے معنی ہیں: کچھ مال برے حکمرانوں کو بطور رشوت نہ دو۔

لِتَأْكُلُوا فَرِيقًا مِنْ أَمْوَالِ النَّاسِ بِالْإِثْمِ وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ تاکہ دوسروں کے مالوں پر بغیر کسی حقیقی وجہ کے قبضہ کر سکو، اور رشوت دے کر تمہارے حق میں فیصلہ دیا جائے، حالانکہ تمہیں پتہ بھی ہو کہ تم حق پر نہیں۔

کوئی بھی شخص جسے یہ معلوم ہو کہ اس کا حق نہیں تھا مگر فیصلہ اس کے حق میں کر دیا گیا ہے، ایسی صورت میں اس کے لیے وہ مال لینا جائز نہیں، بلکہ ایسا مال آگ کا ایک ٹکڑا ہے، جیسا کہ حدیث میں ہے: ((إنما أنا بشر وأنکم تختصمون إليّ ولعل بعضکم أن یکون ألحن بحجته من بعض فأقضي له علی نحو ما أسمع منه، فمن

قضیت له بشيء من حق أخيه فلا يأخذنه وإنما أقطع له قطعة من نار))" میں ایک انسان ہوں، تم لوگ اپنے جھگڑے میرے پاس لاتے ہو، ممکن ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنی دلیل کو دوسرے سے زیادہ عمدہ طریقے سے بیان کرنے والا ہو اور میں اُس کے حق میں فیصلہ کر دوں اس بات کے مطابق جو میں نے اُس سے سنی۔ پھر میں جسے اُس کے بھائی سے کچھ دلا دوں تو اسے نہ لے کیونکہ میں اُس کے لیے جہنم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔" (بخاری و مسلم)

اس آیت اور حدیث سے ہی استدلال کیا گیا ہے کہ قاضی کا فیصلہ باطناً (مخفی حقیقت پر) نافذ نہیں ہوتا، اس وجہ سے اگر لینے والا یہ جانتا ہو کہ اس کا حق نہیں، تو اس کے لیے قاضی کے فیصلے پر عمل کرنا جائز نہیں۔